آسمان علم وتحقیق کا ایک درخشاں ستارہ

فقیہ العصر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

منور سلطان ندوی

دارالافتاء، دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

msultannadwi@gmail.com

استاذ محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی شخصیت علمی دنیا کے لئے محتاج تعارف نہیں رہی، آپ نے ''جدید فقہی مسائل'' کے ذریعہ علمی وفقہی دنیا میں قدم رکھا اور پھر جلد ہی اپنی خداداد صلاحیت، متوازن فکر، ہمہ جہت علمی سرگرمیوں اور اپنے خصوصی اوصاف وکمالات کے ذریعہ اس مقام پر جاپہونچے جہاں اس عمر میں کم لوگ پہونچتے ہیں، اور آج کے ہندوستان کے علمی افق پرنمودار ہونے والا یہ ہلال بدر کامل بن کر اپنی ضیاپاشیوں سے ایک دنیا کو روشن کئے ہوئے ہے۔

مختصر حالات زندگی:

۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق نومبر ۱۹۵۶ء میں بہار کے ایک مردم خیز قصبہ جالے (ضلع دربھنگہ) کے ایک معروف علمی ودینی گھرانہ میں آنکھیں کھولیں، تاریخی نام نورخورشید رکھا گیا جبکہ اصل نام خالد سیف اللہ طے پایا، آپ اسی نام سے معروف ہوئے، والدمحترم مولانا حکم زین العابدین علاقہ کے معروف لوگوں میں تھے، جبکہ آپ کے دادا حضرت مولانا عبدالاحد صاحب دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور اس دور کے اہم علماء میں تھے، وہ مدرسہ احمدیہ مدھوبنی کے شیخ بھی رہے ہیں جبکہ چچا مشہور عالم اور دینی وملی رہنما حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی تھے، فقہ اور قضاء کے باب میں جن کا مقام بلند معروف ومسلم رہا ہے۔

آپ کا نانیہالی خاندان بہار کے مردحق آگاہ، مشہور بزرگ مولانا بشارت کریم گڑھلوی سے وابستہ تھا، مادری وپدری ان دونوں نسبوں کے ساتھ سسرالی خاندان بھی دینداری اور تقوی وطہارت میں کم معروف نہیں، اس خانوادہ کے مورث اعلیٰ ملاسید محمد علی ہیں جو ُملاسیسوٗ کے نام سے مشہور تھے، انہوں نے حضرت سید احمد شہید کی تحریک جہاد میں شرکت کی اور معرکہ بالاکوٹ کے بعد بہار لوٹے۔

مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنی دادی، والدہ اور پھوپھا مولانا وجیہ الدین صاحب سے حاصل کی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے والدمحترم سے پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم حسینیہ دوگھرا (ضلع دربھنگہ) میں رہ کر کسب فیض کیا، پھر یہاں سے جامعہ رحمانی مونگیر کا رخ کیا جو اس وقت ہندوستان کا معروف ادارہ اور تشنگان علم دین کا مرکز توجہ بنا ہوا تھا، مولانا نے یہاں متوسطات سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم حاصل کی، یہاں امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ سے خصوصی استفادہ کا موقع ملا، امیر شریعت آپ پر خاص شفقت فرمایا کرتے تھے، امیر شریعت کے علاوہ آپ نے وہاں کے اساطین علم واصحاب فضل اساتذہ سے خوب خوب استفادہ کیا، آپ کے اساتذہ میں مولانا سید شمس الحق صاحب، مولانا اکرام علی صاحب، مولانا حسیب الرحمٰن صاحب، مولانا فضل الرحمٰن قاسمی صاحب اور مولانا فضل الرحمٰن رحمانی وغیرہ شامل ہیں۔

مونگیر کے زمانہ طالب علمی میں ہی آپ کے جوہر کھلنے شروع ہوگئے تھے، چنانچہ چند سالوں میں ہی اساتذہ اور طلبہ کے محبوب بن گئے، اور اپنی علمی استعداد اور صالحیت کی بنیاد پر مثالی طالب علم شمار ہونے لگے، اساتذہ بھی اس ہونہار طالب علم پر خاص توجہ دینے، سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ حضرت امیر شریعت کی خصوصی توجہ وعنایات بھی آپ کے حصہ میں آئیں، یہ مولانا کی فراست اور دوربینی تھی کہ انہیں اس طالب علم میں مستقبل کا فقیہ نظر آرہا تھا، چنانچہ نہ صرف امیر شریعت آپ کو اپنے

قریب رکھتے، علمی رہنمائی کرتے اور آگے بڑھانے کی کوشش کرتے ،ایک موقع پر جب دارالافتاء کی ڈاک بہت زیادہ ہونے لگی تو حضرت اسے اساتذہ اور بعض طلبہ میں تقسیم فرمائے ،ان طلبہ میں مولانا بھی تھے،اسی طرح ایمرجنسی کے موقع پر جبری نسبندی کے سلسلہ میں جب ادارہ مباحث فقہ کی طرف سے سوالنامہ حضرت کوموصول ہوا توانہوں نے مولانا کو اسکا جواب لکھنے کا حکم دیا،مولانا نے اس حکم کوسعادت مندی سمجھا اور اس کا مفصل جواب لکھا جسے حضرت امیر شریعت نے بہت پسند کیا۔

مونگیر میں دورہ مکمل کرنے کے بعد مزید اپنی علمی تشنگی کو بجھانے کے لئے دارالعلوم دیو بند کا رخ کیا، یہ ۱۳۹۵ھ کا زمانہ تھا،مولانا نے وہاں دورہ حدیث مکمل کیا، اس دوران جن اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ان میں مولانا شریف حسین دیو بندی،مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی،مولانا محمد حسین بہاری،مولانا معراج الحق،مولانا سید انظر شاہ کشمیری،مولانا مفتی نظام الدین صاحب،مولانا محمد نعیم صاحب اور مولانا محمد سالم قاسمی صاحب سرفہرست ہیں۔

دیو بند سے فراغت کے بعد آپ امارت شرعیہ پٹنہ آئے ،اور افتاء وقضاء کی تربیت حاصل کی ، یہ زمانہ آپ کی علمی زندگی کی اٹھان میں بڑی اہمیت رکھتا ہے ،یہیں آپ کو ایسا خضر طریق ملا جنہوں نے اس جوہر کوخوب نکھارا، آپ کے علمی ذوق کو صیقل کیا اور اس گوہر کو تابدار کرنے کی پوری کوشش کی ،ان کی رہنمائی اور تحریک ایسی رنگ لائی کہ مولانا خود پارس بن گئے اور یہی کام دوسروں کے لئے کرنے لگے، یہ خضر طریق کوئی نہیں خود آپ کے چچا حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ تھے۔

تدریسی زندگی

۱۳۹۷ھ میں مولانا نے تدریسی سفر کا آغاز کیا،حیدرآباد کی مشہور دینی وملی شخصیت مولانا محمد حمیدالدین حسامی عاقل کی دعوت پر دارالعلوم حیدرآباد تشریف لائے اور ایک سال تک وہاں تدریسی خدمت انجام دی،اس وقت قدوری،شرح تہذیب،رحمت عالم اور شرح ماۃ عامل وغیرہ کتابیں آپ کے زیر تدریس رہیں،اس کے بعد ۱۳۹۸ھ میں دارالعلوم سبیل السلام منتقل ہوئے ، یہاں بحیثیت صدر مدرس تدریس اور انتظامی امور میں مصروف ہوئے ، بائیس سال کا طویل عرصہ آپ نے یہاں گزارا ،اس دوران رحمت عالم سے بخاری شریف تک کا درس دیا، آپ کی شبانہ روز کوششوں سے سبیل السلام کو بڑی شہرت اور ترقی ہوئی ،طلبہ کثرت سے ان کی طرف رجوع کرنے لگے،تدریس کے ساتھ تعمیرات میں بھی آپ نے بڑا کلیدی کردار ادا کیا،اور ہمیشہ وہاں کے ذمہ دار مولانا محمد رضوان القاسمی کا دست وبازو بن کر کام کرتے رہے، ان کوششوں کے نتیجہ میں مدرسہ چند کمروں سے نکل کر ایک وسیع اور کشادہ دارالعلوم میں تبدیل ہوگیا، جہاں عربی کے چند طلبہ تھے اب وہاں دورہ حدیث کے علاوہ اختصاص کے شعبے بھی قائم ہوئے۔

اس طویل تدریسی سفر میں مولانا نے محسوس کیا کہ مدارس میں طلبہ کی کثرت کی وجہ سے افراد سازی پر توجہ پوری طرح نہیں ہو پا رہی ہے، چنانچہ مولانا نے فراغت کے بعد چند باصلاحیت طلبہ کی کسی خاص فن میں تربیت دینے کا خاکہ بنایا، سبیل السلام میں اختصاص فقہ کے شعبے مولانا کے اسی خواب کی تعبیر تھے،جس نے کم وقت میں بڑی شہرت پائی ،مگر بعض اسباب کے بناء پر مولانا اپنے خاکہ میں پوری طرح رنگ نہیں بھر سکے، چنانچہ اسی مقصد کے لئے آپ نے باضابطہ ایک مستقل ادارہ قائم کرنے کا پروگرام بنایا، چنانچہ ۱۴۲۰ھ میں یہ علمی وتربیتی ادارہ المعہد العالی الاسلامی کے نام سے وجود میں آیا، جو افراد سازی اور طلبہ میں علمی ذوق پیدا کرنے کے سلسلہ میں پورے ملک میں خاص مقام حاصل کر چکا ہے،مولانا کے اس اقدام کی بڑی ستائش ہوئی اور اکابر علماء نے اسے وقت کی ضرورت قرار دیا، راقم الحروف کو بھی اس ادارہ سے فیضیاب ہونے کی سعادت حاصل رہی ہے۔

اس وقت سے مولانا اسی ادارہ کے انتظام وانصرام میں مصروف ہیں،اس کے علاوہ اسلامک فقہ اکیڈمی، دہلی اور دوسرے مختلف اداروں اور تنظیموں سے وابستہ ہیں،اور ملت کو اپنا فیض پہنچا رہے ہیں۔

علمی خدمات

مولانا ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں،لفظ ہمہ جہت عموماً اکثر بڑی اور مشہور شخصیات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، حالانکہ اس کا صحیح مصداق کم ہی نظر آتا ہے ،مولانا موصوف کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جنہیں ان کے فکر وعمل کے تنوع اور خدمات کی مختلف جہات کی وجہ سے ہمہ جہت کہنا بجا ہے، گزشتہ صدی میں علم فن کی بو قلمونی اور بیک وقت مختلف میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دینے کی صفت ہمیں سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ میں سب سے زیادہ نظر آتی ہے، سید صاحبؒ کی شخصیت کے اس پہلو کا عکس مولانا کی علمی وعملی کاوشوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔عین ممکن ہے کہ مولانا کی ذات میں یہ صفت سید صاحب کی تصانیف کی کثرت مطالعہ سے

پیدا ہوئی ہو۔

مولانا کا علم بڑا ٹھوس، گہرا اور متنوع ہے، تفہیم کی قوت اور زبان اور بیان کا حسن اس پر مستزاد، جس کے نتیجے میں آپ کے قلم سے نکلنے والی ہر تحریر اپنے موضوع پر حاوی اور دلچسپ ہوتی ہے، شہرت آپ کو فقہ اور اس میں بھی جدید مسائل کے عنوان سے ملی، مگر اسلامیات کے ذیلی فنون سے لیکر زبان و ادب تک کون سا ایسا گوشہ ہے جو آپ کے حیطہ تحریر سے باہر ہو، اکثر موضوعات پر آپ کی نگارشات موجود ہیں، اور ان میں بھی اکثر اپنے موضوع پر اہم اور مستند شمار کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالی نے مولانا کو تصنیف و تالیف کے اعلی ذوق بخشا اور یہ نعمت کہ اسے اپنی فکر و عمل کا محور بنائیں بھی عطا فرمائی، چنانچہ آپ اس میدان میں مستقل سرگرم عمل رہے، تصنیفات کی کثرت سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید آپ ہر وقت اپنے علمی کام میں ہی مشغول رہتے ہوں گے، مگر اہل علم واقف ہیں کہ تصنیف کی طرح تدریس بھی آپ کا محبوب مشغلہ ہے، مختلف تعلیمی اداروں سے وابستگی، ملکی و بیرونی اسفار اور اسلامک فقہ اکیڈمی کی مصروفیت، مگر ان سب کے باوجود آپ کا قلم تازہ دم رہتا ہے، مضامین جدت لئے ہوئے ہوتے ہیں اور علمی بنیادیں نہایت مستحکم ہوتی ہیں۔

آپ کے علمی قلمرو میں ہر طرح کے پھول ہیں، جہاں فقہ و جدید مسائل کی نہر بہشت بہہ رہی ہے وہیں قرآن و حدیث کی حسین گلکدے، سیرت و تذکرہ کے دل آویز سوسن و یاسمین، دعوت و تذکیر کے موعبرت انگیز سرو رشمشاد اور ادب و شعر کے دلفریب بیلا و نسترن نظر آتے ہیں۔

قرآنیات کے موضوع پر آپ کی پہلی کتاب ''قرآن ایک الہامی کتاب'' ہے۔ چند سال قبل ہندو تنظیم کے بعض ذمہ داروں کی طرف سے قرآن کی بعض آیات پر اعتراضات سامنے آئے، آپ نے فوراً ہی ان اعتراض کا علمی جائزہ لیا اور پھر انکی قلعی کھولتے ہوئے تسلی بخش جواب دیا، یہ تحریر '۲۴/آیتیں' کے نام سے شائع ہوئی ہے، فقہ القرآن کے موضوع پر آپ کے متعدد مقالات ہیں جو ابھی تشنہ طباعت ہیں، قرآن کا ترجمہ و مختصر تشریح پر بھی آپ نے کام کیا ہے، لیکن ابھی یہ مکمل نہیں ہوا ہے۔

قرآن سے مولانا کا کیا تعلق ہے اور اس کی تدریس کا کیا انداز ہے؟ اس کی وضاحت کے لئے مولانا ہی کے ایک شاگرد کا یہ اقتباس پیش کرنا مناسب ہوگا:

> ''شہرہ تو مولانا کی حدیث و فقہ کی تدریس کا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید سے آپ کی مناسبت ان کتابوں سے بڑھ کر ہے، آپ نے ترجمہ قرآن اور جلالین کا درس بھی طویل عرصہ تک دیا ہے، اختصاص فی القرآن کے شعبہ میں جن طلبہ نے مولانا سے تفسیر پڑھی ہے ان میں فہم قرآن کا ایک خاص سلیقہ ہو گیا ہے، آپ قرآن مجید کے الفاظ کی تحقیق، تعبیر کے لئے انہی الفاظ کا انتخاب اور ان الفاظ کے لانے کے پس منظر پر خاص توجہ دیتے ہیں، اور اس سے طلبہ میں ایک خاص طرح کا ذوق پروان چڑھتا ہے، اور روح قرآن تک پہنچنے کی جستجو پیدا ہوتی ہے، اس نقطہ نظر سے آپ طلبہ کو خاص طور پر کشاف سے مراجعت کا مشورہ دیتے ہیں۔'' (قاموس الفقہ)

حدیث کے موضوع پر بھی آپ کی چند کتابیں ہیں، مدارس کے طلبہ کے لئے آپ نے 'آسان اصول حدیث' تحریر فرمائی ہے، جو متعدد مدارس کے نصاب میں شامل ہے، آثار السنن کا تکملہ ابھی غیر مطبوع ہے، جبکہ علوم و حدیث کے موضوع پر متعدد مقالات اور تحریریں کسی مجموعہ میں شامل ہونے کی نظر ہے، ایک طویل عرصہ تک حدیث کی مشہور کتابیں صحیح بخاری اور سنن ترمذی کے درس کی سعادت بھی آپ کو حاصل رہی ہے، ان دونوں نسخوں پر آپ کے قیمتی حواشی اور تعلیقات ہیں۔

مولانا اشرف علی قاسمی آپ کی درس حدیث کے انداز کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

> آپ نے طویل عرصہ تک ترمذی کا درس دیا ہے، احادیث احکام پر مولانا کی گفتگو عدل اور اعتدال کا نمونہ ہوتی ہے، اس مسئلہ پر فی الجملہ کیا کیا احادیث ہیں اور کون سی حدیث کس مضمون کی مؤید ہے، پھر حدیث کے تعارض یا الفاظ حدیث میں ایک سے زیادہ معنوں کے احتمال کی وجہ سے فقہاء کے یہاں کے کیا کیا آراء ملتی ہیں، ان آراء کی تنقیح اور نصوص شارع اور نصوص فقہا میں قربت پیدا کرنے کی کوشش، یہ سارے پہلو طلبہ کے ذہن میں راسخ ہو جاتے ہیں، آپ آئمہ مجتہدین کے نقاط نظر میں قربت پیدا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، اگر حنفیہ کا مشہور قول ظاہر حدیث کے خلاف ہو تو اصحاب مذہب اور مشائخ کے یہاں ظاہر نص سے قریب تر قول کی ممکن حد تک تعین، احادیث کی توجیہ میں اقوال کا انبار لگانے کے بجائے صحیح تر اور اشکال سے محفوظ توضیح کا بیان اور کمزور توجیہات پر نقد و جرح وغیرہ کی وجہ سے آپ کا درس ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہوتا، نقد کے موقع پر بھی دوسرے فقہاء اور محدثین کا پورا پورا احترام ملحوظ رکھے۔

فقہ آپ کا خاص موضوع ہے اور یہی آپ کے فکر و عمل کا اصل محور ہے، آپ کی تصنیفی زندگی کا آغاز بھی اسی موضوع سے ہوا، ۱۹۷۶ء میں ابھی آپ جامعہ

رحمانی مونگیر میں زیر تعلیم تھے کہ حکومت کی طرف سے چلائی جانے والی جبری نسبدی تحریک کے تناظر میں ادارہ المباحث الفقہیہ کی جانب سے ایک مفصل سوالنامہ امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی کو موصول ہوا، حضرت امیر شریعت نے اس سوالنامہ کا جواب لکھنے کی ذمہ داری اپنے اس فیض یافتہ شاگرد کو بھی دی، لائق شاگرد نے جواب لکھا اور خوب لکھا، یہی تحریر بعد میں ''فیملی پلاننگ اور اسلام'' کے نام سے دار التصنیف ہاپور سے شائع ہوئی، اب یہ جدید فقہی مسائل جلد سوم کا حصہ ہے۔

جدید فقہی مسائل کو مولانا نے اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور خوب خوب داد تحقیق دی، آپ کی یہ کاوشیں بڑی مقبول ہوئیں اور ہر طبقہ کے علماء سے خراج تحسین وصول کیا، فقہ کے موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں ائمہ اربعہ کے علاوہ صحابہ و تابعین اور محدثین کی آراء سے استفادہ، ائمہ کے اراء کے درمیان تطبیق و ترجیح، مقاصد شریعت کی رعایت، مسائل کے حل میں عرف و زمانہ سے آگہی، دلائل کی بنیاد پر دوسرے امام کی رائے پر فتوی، اسی طرح ضرورت پڑنے پر خود ائمہ احناف کے مفتی بہ قول کے علاوہ دوسرے قول پر فتوی، اور مسائل کی تحقیق میں اجتہادی شان، یہ وہ امتیازی پہلو ہیں جو دوسرے مصنفین سے آپ کو ممتاز کرتی ہیں۔

جدید مسائل کیسے حل کئے جائیں؟ اس سلسلہ میں مولانا نے مسائل کی تبدیلی کے اسباب اور حل کے رہنما اصول سے متعلق تفصیلی تحریر جدید فقہی مسائل کے شروع میں بطور مقدمہ شامل کیا ہے، اس کے علاوہ اجتہاد، تقلید، تلفیق، دیگر دبستان فقہ سے استفادہ، اجتماعی اجتہاد، جیسے موضوعات پر آپ کے تحقیقی مقالات ہیں جس میں آپ کی فکر پوری طرح واضح ہو کر سامنے آتی ہے، اس طرح آپ نے جدید مسائل کے حل کے لئے رہنما اصول بھی بتائے اور پھر عملی طور پر اسے برت کر دکھایا۔

فقہ کے موضوع پر مولانا کے قلم سے بڑا علمی سرمایہ تیار ہو گیا ہے، آپ کی کتاب جدید فقہی مسائل کو جو پذیرائی ملی وہ کم کتابوں کو ملی ہوگی، یہ پہلے دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی، جس میں ہر باب سے متعلق جدید مسائل کا بیان تھا، اب یہ پانچ جلدوں میں شائع ہو رہی ہے، اخیر کی تین جلدیں آپ کے فقہی مقالات پر مشتمل ہیں، جو موضوعی ترتیب: عبادات کے مسائل، معاشرتی مسائل اور معاشی مسائل کے عنوان سے ہیں، اس کتاب کا ترجمہ و تلخیص عربی میں نوازل فقہیۃ معاصرۃ کے نام سے شائع ہو چکی ہے، اس پر مشہور فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی کا مقدمہ ہے، اس کا فارسی ترجمہ بھی ایران سے شائع ہوا ہے۔

کتاب الفتاوی چھ جلدوں پر مشتمل آپ کے فتاوی کا مجموعہ ہے جو روزنامہ ''منصف'' حیدرآباد اور دوسرے اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں، اس کی مزید کئی جلدیں زیر ترتیب ہیں، اس میں جدید مسائل کثرت سے آئے ہیں، اخبار کے قارئین کے لحاظ سے مسائل میں مصالح کا پہلو، آسان زبان، سہل اسلوب جو اب کے ساتھ نصیحت اور تذکیر، یہ اس کتاب کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

قاموس الفقہ آپ کی بلا مبالغہ ایک شاہکار تصنیف ہے، یہ اسلامی علوم کا ایک عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے شرعی مسائل کے علاوہ فقہی اصطلاحات، ایمان و کفر سے متعلق اہم مسائل اور مستشرقین کے تختہ مشق بنائے گئے موضوعات مثلاً پردہ، جہاد وغیرہ کی وضاحت کی گئی ہے، کتاب پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، ہر جلد پر ہندوستان کے مشاہیر اہل علم میں سے کسی ایک کا مقدمہ ہے، ان حضرات نے مذکورہ کاوش کو جس طرح سراہا ہے اور جن تاثرات کا اظہار کیا ہے اس سے کتاب کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کئی سال قبل جب اس کتاب کی پہلی جلد اشاعت پذیر ہوئی تو اس کے مقدمہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے تحریر فرمایا تھا:

> یہ کتاب مکمل ہونے کے بعد انشاء اللہ بڑی مفید اور اپنے موضوع پر منفرد ہوگی، جس میں مصنف کی وسعت مطالعہ، وقت نظر، مسائل حاضرہ سے واقفیت اور ان کے حل کی مخلصانہ فکر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ نمایاں ہے۔ (مقدمہ قاموس الفقہ)

بیرون ممالک کے فقہی سیمیناروں میں آپ نے جو فقہی مقالات پیش کئے ہیں ان کا مجموعہ ''قضایا فی الاقلیات المسلمۃ'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

ان کے علاوہ اسلام کا نظام عشر و زکوۃ، طلاق و تفریق، نیا عہد نئے مسائل، خواتین اور انتظامی مسائل، مسجد کی شرعی حیثیت، آسان اصول فقہ، مختارات النوازل کی تحقیق و تعلیق مولانا موصوف کی اہم فقہی کاوشیں ہیں، یہ تمام کتابیں اپنے موضوع پر اہم شمار کی جاتی ہیں اور تحقیقی رنگ لئے ہوتی ہیں، اصول فقہ سے متعلق آپ کے محاضرات کا مجموعہ ابھی غیر مطبوعہ شکل میں ہے۔

مولانا نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز جن کتابوں سے کیا ان میں علامہ سید سلیمان ندوی کی مشہور کتاب 'رحمت عالم' بھی ہے، اس کتاب کو پڑھانے کے لئے مولانا سیرت ابن ہشام کا مطالعہ کرتے، سیرت ابن ہشام مولانا کو بہت پسند آئی، چنانچہ آپ نے اردو میں اس کی تلخیص فرمائی، یہ مختصر سیرت ابن ہشام کے نام سے شائع

ہوئی ہے، خطبات سیرت سیریز بنگلور کے لئے آپ بھی مدعو کئے گئے، آپ نے اپنے خطبہ کے لئے پیغمبر انسانیت کا عنوان منتخب کیا اور پھر جس دلنشیں انداز میں اس اچھوتے موضوع پر اپنا خطبہ پیش کیا وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، خطبہ ہونے کی حیثیت سے جہاں زور اور روانی ہے وہیں علمی مواد، سیرت کے واقعات سے نتائج کا استنباط ،اس کتاب کی نمایاں خصوصیت ہے۔

روزنامہ منصف کے کالم شمع فروزاں میں سیرت کے موضوع پر جو تحریریں لکھیں ہیں ان کا مجموعہ 'پیام سیرت عصر حاضر کے پس منظر میں' کے نام سے شائع ہو چکا ہے ۔اس کتاب کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس میں سیرت محمدی ﷺ کے نقوش اجاگر کرنے کے ساتھ سیرت کے مختلف واقعات سے مسلمانوں کو جو سبق ملتا ہے، جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے اس کو اجاگر کرنے کی خاص طور پر کوشش کی گئی ہے، اس طرح یہ اہل علم کے ساتھ عام قارئیں کے لئے بھی قابل قدر علمی تحفہ بن گیا ہے۔

فقہی دنیا کی معروف شخصیت حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی کے انتقال کے بعد مولانا نے بحث ونظر کا خصوصی شمارہ قاضی نمبر مرتب کر کے شائع کیا، یہ تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور ایک علمی دستاویزی مجلّہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس کی ابتداء میں حضرت قاضی صاحب کے حالات زندگی، آپ کی خدمات اور علمی کاموں کے تعارف پر ایک مسبوط تحریر ثبت کیا، یہ تحریر 'حیات مجاہد' کے نام سے شائع ہوئی ہے، حضرت قاضی صاحب، آپ کی خدمات اور آپ کے افکار کو سمجھنے کے لئے یہ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان کے علاوہ ہندوستان کے مختلف علمی و دینی شخصیات پر آپ قلم اٹھاتے رہے ہیں، اس طرح وفیاتی مضامین اور اپنے اساتذہ سے متعلق تحریروں کا مجموعہ ''وہ جو بیچتے تھے دوائے دل'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

المعہد العالی کے قیام کے سلسلہ میں مولانا کے ذہن میں جو خاکہ تھا اس میں غیر مسلموں میں دعوت دین کا فریضہ انجام دینے کے لئے افراد کی تربیت و ذہن و سازی بھی ہے، اس مقصد کے تحت ابتداء سے ہی دعوت کا شعبہ قائم ہے، جہاں نظری وعملی دونوں تربیت کا انتظام ہے، اس کے لئے نصاب کے لئے مولانا نے خود ہی ایک کتاب تیار کی ہے جس میں دعوت کی اہمیت اور طریقہ کار سے متعلق آیات واحادیث کو جمع کیا ہے اور پھر ان سے مستنبط ہونے والے مسائل کی وضاحت کی ہے ۔یہ اہم کتاب عربی میں 'فقہ الدعوۃ' کے نام سے شائع ہو گئی ہے، اسی موضوع پر آپ نے رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں مقالہ پیش کیا تھا جو ''الدعوۃ الی اللہ وواجب المسلمین نحوھا'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

ان کے علاوہ مدارس کے طلبہ کے لئے آسان دینیات ،منصف کے مضامین کا مجموعہ: نقوش موعظت ،عصر حاضر کے سماجی مسائل ، دینی وعصری تعلیم: مسائل اور حل، شمع فروزاں، دعوتی وتذکیری انداز کی کتابیں ہیں۔

آپ کی بقیہ کتابیں حسب ذیل ہیں:

راہ اعتدال: علماء احناف اور علماء اہل حدیث کے مابین بعض اختلافی مسائل کی توضیح اور دونوں مکاتب فکر کے درمیان اختلاف کو علمی اختلاف کے دائرے میں رکھنے اور افراط وتفریط سے بچنے کی معتدلانہ فکر پیش کی گئی ہے۔

مروجہ بدعات: فقہاء اسلام کی نظر میں مختلف بدعات کے بارے میں فقہاء کی آراء پر مشتمل

مسلم پرسنل لا ایک نظر میں: مسلم پرسنل لا اور اس کی سرگرمیوں پر مشتمل یہ کتاب حیدرآباد میں بورڈ کے اجلاس کے موقعہ پر پیش کی گئی۔

حقائق اور غلط فہمیاں: روزنامہ ''منصف'' کے مضامین کا مجموعہ

عورت اسلام کے سائے میں: اسلام میں عورت کے حقوق کا دیگر مذاہب سے موازنہ کیا گیا ہے

متاع سفر: مختلف ممالک اور ہندوستان کے بعض اہم اسفار کی دلچسپ ومعلومات افزاء روئداد، وہاں کے گوں ناگوں حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔

شعر وادب کا ذوق

اللہ تعالی نے مولانا کو شعر وادب کا بھی خاص ذوق عطا فرمایا ہے، آپ کی کوئی بھی تحریر ادبی چاشنی اور زبان وبیان کی حلاوت سے خالی نہیں ہوتی ،فقہ کے دقیق اور خشک مسائل کی توضیح وتشریح میں بھی زبان کی مٹھاس باقی رہتی ہے، جدید فقہی مسائل ،حلال وحرام ،قاموس الفقہ ،کوئی بھی کتاب اٹھا لیجئے! کہیں آپ کو بوجھل پن، الفاظ کا غیر موزوں استعمال یا ثقالت نظر نہیں آئے گا، بلکہ آپ ہر جگہ اور ہر عبارت میں روانی ،سلاست اور زبان کی حلاوت محسوس کریں گے ،مولانا کی کتابوں کی

مقبولیت اور زیادہ پڑھی جانے کے پیچھے ایک بڑا محرک یہی ادب نوازی اور زبان شناسی ہے، فقہ کے علاوہ اصلاحی وتذکیری انداز کی تحریروں، شخصیات کے تعارف میں خاکہ نگاری، سفرناموں میں منظرکشی میں آپ کا ادبی ذوق طبیعت پر غالب آجاتا ہے اور آپ کا قلم گل بوٹے کھلاتا اور موتی رولتا نظر آتا ہے۔

اردو کے صاحب طرز ادیب و نامور مصنف پروفیسر محسن عثمانی ندوی نے مولانا کی زبان و بیان کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ سند کا درجہ رکھتا ہے، پروفیسر صاحب قاموس الفقہ کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

''......کتاب اس جلیل القدر عالم کے قلم سے ہے جو فقہ اسلامی پر عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ بہترین انشاء پرداز بھی ہے، اس کی تحریریں آراستگی اور مشاطگی کی بہت شعوری کوششوں اور خون جگر کی کشید کے بغیر ادبی اعتبار سے نفیس اور آبدار ہوتی ہیں، ان کی تحریروں کے درمیان ایسے جملے ملتے ہیں جنہیں پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نسیم سحر کا جھونکا آ گیا ع جیسے صحراوں میں ہولے سے چلے باد نسیم'' (قاموس الفقہ مقدمہ)

ادب کے بارے میں مولانا کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ادب کو فکر کی تعمیر اور اخلاق کی اصلاح میں استعمال ہونا چاہیے، مولانا اپنے ایک مضمون ''جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا'' میں رقمطراز ہیں:

''اسلام نے اس مزاج کو بدلا اور ایک ایسے ادب کو وجود بخشا جو صالح انقلاب کا داعی تھا، جو انسان کے اندر اپنے خالق و مالک کی محبت پیدا کرتا ہے، بغاوت کے بجائے محبت وایثار کی تعلیم دیتا ہے، خوشامد کے بجائے حقیقت پسند بناتا ہے، محبوب کے نقش ونگار اور خدوخال کو بے پردا کرنے کے بجائے شرافت و پاکیزگی اور حیا کی تعلیم دیتا ہے، زندگی کے حقیقی مسائل کو ابھارتا ہے، اور پاکیزہ اخلاقی جذبات کی طرف دعوت دیتا ہے، یہ ادب برائے ادب اور شعر برائے شعر کا قائل نہیں بلکہ ادب برائے تعمیر واصلاح کا قائل ہے۔

شعراء ادب کے اسی فرسودہ تصور کے اسیر ہو کر رہ گئے، جس کا مقصد خیالی شاعری اور خیالی جذبات نگاری کے سوا اور کچھ نہیں، آج کا ادیب و شاعر آسائش گاہوں میں بیٹھ کر غریبوں کا فسانہ بیان کرتا ہے اور جشن وطرب کی بزم میں سجا کر نوحہ وفاتحہ کرتا ہے، ایسے ادب میں دلوں کی دنیا کو بدل دینے اور برف میں آگ لگانے کی صلاحیت کیونکر پیدا ہو سکتی ہے؟ جس شاعری اور ادب میں خون جگر شامل نہ ہو، جس کی تہوں میں درد انگڑائیاں نہ لیتا ہو، جس کے الفاظ کے پس پشت حقیقی معنوں میں درد وکسک نہ ہو، اس ادب سے کان کی لذت کا سامان تو ہو سکتا ہے دلوں کی دنیا نہیں بدل سکتی۔ (نقوش موعظت)

یہ مولانا کے نثری ادب کا مختصر تذکرہ تھا مگر اس فقیہ کے اندر چھپا ادب شناس اور سخن نواز ادیب بھی ہے، یہ شاید کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مولانا موصوف شعرو شاعری کا صاف ستھرا ذوق رکھتے ہیں، طبع آزمائی بھی فرماتے ہیں، آپ نے زیادہ تر حمد ونعت اور اصلاحی نظمیں کہی ہیں، بہت سی غزلیں بھی دور شباب کی یادگار ہیں، بعض حمدیہ اور نعتیہ اشعار اور اصلاحی نظمیں پندرہ روزہ 'قرطاس وقلم' اور ماہنامہ 'صفا' کی زینت بن کر قارئین تک پہنچ چکی ہیں۔ البتہ اس کا اکثر حصہ اب بھی ڈائری کے صفحات میں موجود ہیں، ایک طویل حمدیہ نظم کا آخری بند اس طرح ہے:

یہ بہار و کیف، یہ دلکش گلستاں وچمن　　یہ سبھی ہیں اس کے حسن نازکی اک انجمن
وہ نہیں رہتا ہے سنگ وخشت کی دیوار میں　　وہ نہیں رہتا ہے عیش وطرب کے بازار میں
وہ نہیں رہتا ہے کوہ و دشت میں یا غار میں　　ہاں اگر رہتا ہے تو رہتا ہے قلب یار میں
ہر جگہ موجود ہے ہر گام پہ رہتا ہے وہ　　بادشاہوں کی نہیں، مظلوموں کی سنتا ہے وہ

بابری مسجد کی شہادت کے بعد جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو دل کے زخموں کو رسالت مآب کی خدمت میں اس طرح پیش کیا:

کچھ غلامان ہندی ہیں آئے ہوئے　　چوٹ کھائے ہوئے دل دکھائے ہوئے
خون دل میں سراپا نہائے ہوئے　　زخم سینوں میں اپنے سجائے ہوئے
سنگ پر سنگ ہنس ہنس کے کھائے ہوئے　　غم کے بادل ابھی تک ہیں چھائے ہوئے
ایک مدت ہوئی گیت گائے ہوئے　　ایک زمانہ ہوا مسکرائے ہوئے
ہیں کھڑے چشم پرنم جھکائے ہوئے　　ہاتھ اپنی طلب کے اٹھائے ہوئے

صحافت سے تعلق ووابستگی

مولانا کی خدمات کا ایک روشن پہلو صحافت بھی ہے، آپ نے صحافت کو اپنے مادی مفاد کا ذریعہ تو کبھی نہیں سمجھا البتہ اسے اپنی فکر وخیال کے اظہار کا وسیلہ بنا کر اس وسیع میدان سے فائدہ اٹھایا، اور امت کی دینی رہنمائی اور ان میں دینی مزاج پیدا کرنے کا کام کیا۔

مونگیر کے زمانہ طالب علمی میں ہی مولانا کا پہلا مضمون ہجرت سے متعلق ہفت روزہ نقیب میں شائع ہوا تھا، فراغت کے بعد دو سال امارت شرعیہ میں قیام رہا، اس زمانہ میں نقیب میں مسلسل آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے، رانچی میں بورڈ کے اجلاس کے موقع پر نقیب کا پرسنل لا نمبر، اور پھر اس کے بعد مولانا سجاد نمبر کی ترتیب میں شریک ہے، حیدرآباد پہنچے تو وہاں ماہانہ رہگزر، پندرہ روزہ 'قرطاس وقلم' کو اظہار خیال کا ذریعہ بنایا، دار العلوم سبیل السلام سے سہ ماہی 'صفا' جاری کیا اور اس کی ادارت میں شریک رہے، اس کے دو خصوصی شمارے ادب اسلامی نمبر اور فقہ اسلامی خدمات اور تقاضے نمبر آپ کے صحافتی ذوق کی کامیاب مثال ہیں۔ ادھر تقریباً ۱۹۹۸ء سے روزنامہ منصف حیدرآباد کے جمعہ ایڈیشن میں دو کالم دینی واصلاحی مضامین پر مشتمل ''شمع فروزاں'' اور ''شرعی مسائل''، مسلسل لکھ رہے ہیں، المعہد العالی کے قیام کے بعد آپ نے سہ ماہی 'حراء' جاری کیا، جو بعد میں سالانہ ہو گیا، اس کی ادارت بھی آپ سے متعلق تھی، اب فقہی مسائل پر منفرد مجلّہ سہ ماہی 'بحث ونظر' آپ کی ادارت میں شائع ہو رہا ہے، ان کے علاوہ متعدد رسائل وجرائد کے نگراں وشریک ادارت ہیں۔

چند امتیازی خصوصیات

مولانا جہاں ایک عظیم علمی شخصیت کے مالک ہیں وہیں آپ کی زندگی میں متعدد ایسے اوصاف وخصوصیات ملتے ہیں جن کی وجہ سے آپ کا قد اپنے ہمعصروں کے درمیان ممتاز اور نمایاں نظر آتا ہے، آپ کی شخصیت کا سب سے امتیازی پہلو فکری اعتدال ہے، یہ اعتدال وتوازن آپ کے فکر وعمل میں پوری طرح رچا بسا نظر آتا ہے، فقہی تحریروں میں اسلاف کے علمی سرمایہ، فقہاء کے اختلافات، محدثین کی آراء، صاحب تحریر کی تحقیق اور زمانہ کے تقاضوں کی رعایت ان سب سے بیک وقت واسطہ پڑتا ہے، ایسے موقعہ حسب مراتب ومدارج احکام وآراء کو مناسب حیثیت دینا، قلم کو اعتدال کے دائرے میں رکھنا اور انصاف کے دامن کو تھامے ہوئے تطبیق وترجیح کا فیصلہ کرنا بڑا نازک اور جانگسل کام ہوتا ہے، بلاشبہ مولانا اس وادی سے کامیاب گزر جاتے ہیں، آپ کی تحریریں اس باب میں نمونہ اور مثال کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مولانا حنفی دبستان فقہ سے تعلق رکھتے ہیں، لہذا عام مسائل میں آپ فقہ حنفی کے پابند ہوتے ہیں اور اسی کے مطابق فتوی دیتے ہیں، مگر جب نئے مسائل میں غور کرتے ہیں یا عرف کی تبدیلی، سیاسی اور معاشی نظام میں تغیر، حالات کے اتار چڑھاؤ کی بنیاد پر کسی قدیم مسئلہ کو غور وفکر کا موضوع بناتے ہیں تو کتاب وسنت کے نصوص کے ساتھ صحابہ وتابعین کی آراء، ائمہ اربعہ ودیگر فقہاء متقدمین کے استنباطات کو سامنے رکھتے ہیں، مقاصد شریعت اور مصالح شریعت پر نظر رہتی ہے، فقہاء کے اصول بھی اور زمانہ کے تقاضے بھی پیش نظر ہوتے ہیں، ان ساری چیزوں کو سامنے رکھ دلائل کی قوت اور دیگر چیزوں کی رعایت کے ساتھ کسی حکم تک پہنچتے ہیں۔

مسائل کے حل کے عمل میں مولانا کی حیثیت ایک بالغ نظر محقق کی ہوتی ہے، جو فن پر حاوی ہوتا ہے، اور اس فن کے بنیادی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اعتدال اور توازن کے ساتھ کوئی رائے پیش کرتا ہے۔

اہل علم مولانا کے اس فکری اعتدال وتوازن کے معترف رہے ہیں، مولانا سید سلمان حسینی ندوی کو آپ کی تحریروں میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آتا ہے، جبکہ مولانا سید جلال الدین انصر عمری ان الفاظ میں اپنا تاثر بیان کرتے ہیں:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا قلم بڑا معتدل اور متوازن ہے، وہ بالعموم فقہ حنفی کی ترجمانی اور اس کی حمایت کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی دوسرے مسالک فقہ کا بڑے احترام کے ساتھ ذکر کرتے اور ان کے دلائل کی روشنی میں بناء اتفاق واختلاف واضح کرتے ہیں، ان کی بحث تعصب اور جذباتیت سے پاک ہوتی ہے۔ (قاموس الفقہ مقدمہ ۱۸۲)

مولانا کا دوسرا امتیازی وصف علم وعمل میں تنوع ہے، مولانا کا اصل موضوع فقہ اور بالخصوص جدید مسائل ہے، مگر جیسا کہ پیچھے گزرا مولانا قرآنیات، حدیث، فقہ واصول فقہ، عربی زبان، مقاصد شریعت اور ان سب سے متعلق ذیلی فنون پر نہ صرف گہری نظر رکھتے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر موضوعات پر آپ کی علمی نگارشات بھی ہیں جو مختلف علوم سے واقفیت پر شاہد عدل ہیں۔

علم کی طرح عملی زندگی بھی متنوع ہے، تدریس آپ کا سب سے محبوب مشغلہ رہا ہے، اور حیات مستعار کے زیادہ تر لمحات اسی میں صرف ہوئے، تدریس کے ساتھ انتظامی امور کو سنبھالنا اور دونوں ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا عموماً مشکل ہوتا ہے۔ مولانا کے ساتھ یہ مسائل شروع سے متعلق رہے اور آپ دونوں ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھاتے رہے، ان کے علاوہ مولانا غیر مسلموں میں دعوتی کام کا بڑا جذبہ رکھتے ہیں، آپ نے المعہد العالی میں اس کا مستقل شعبہ قائم کیا، جہاں دعوتی کیمپ بھی لگواتے ہیں، اور طلبہ عملی طور پر بھی اس کام کی مشق کرتے ہیں، آپ ان سارے کاموں کی نگرانی فرماتے ہیں اسی کی ساتھ حیدرآباد شہر کا دعوتی مرکز 'دی ٹرو میسیج سنٹر' آپ کی نگرانی میں ہی اپنی سرگرمیاں انجام دیتا ہے، علمی ودعوتی اسفار، متعدد مدارس کی نگرانی، تنظیموں اور اداروں سے وابستگی اور ملی کاموں میں شرکت اور بطور خاص اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی کی سرگرمیوں کی نگرانی ان سب پر مستزاد ہیں۔

تیسرا اہم امتیازی پہلو افراد سازی کا ملکہ ہے، اللہ تعالی نے افراد کی تربیت اور فضلاء مدارس میں علمی ذوق وشوق پیدا کرنے کی خاص صلاحیت آپ میں رکھی ہے، آپ کی اس خصوصی صلاحیت کا اعتراف اکابر علماء نے کیا ہے، مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب لکھتے ہیں:

''راقم الحروف عرصہ دراز سے برادر محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی زید مجدہ کی اعلی صلاحیتوں کا قائل ومعترف، ان کی فاضلانہ کتابوں اور محققانہ مضامین کی بناء پر رہا ہے، اس کے ساتھ تدریسی وتربیتی امتیاز کا تذکرہ بھی ادھر عرصہ سے سننے میں آرہا ہے''

مولانا عتیق احمد بستوی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ تعالی نے مولانا موصوف کو فضلاء کی تربیت اور افراد سازی کا خصوصی ملکہ اور سلیقہ عطا فرمایا ہے''

مولانا نعمت اللہ اعظمی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

''مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو اختصاصی شعبوں میں تربیت دینے کی مہارت حاصل ہے اور اس کا طویل تجربہ ہے''

مولانا کے تربیت یافتہ تلامذہ اور آپ سے خصوصی فیض اٹھانے والوں میں ایک اہم نام مولانا اشرف علی قاسمی کا بھی ہے، جو اس وقت المعہد العالی کے استاد وسابق شعبہ تعلیمات ہیں، انہوں نے آپ کی تربیت کا نقشہ کھینچا ہے جو ان کا دیدہ بھی ہے اور شنیدہ بھی، مولانا لکھتے ہیں:

''مولانا کا سب سے نمایاں صفت تربیت ہے، اللہ تعالی نے آپ کو اس کا عجیب ملکہ عطا فرمایا ہے، تربیت میں سب سے اہم بات کہ آپ معمولی طالب علم کا بھی حوصلہ اس قدر بڑھاتے ہیں کہ اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ محنت کر کے بڑے سے بڑا سفر طے کر سکتا ہے، طلبہ عام طور پر اپنے بارے میں احساس کمتری میں مبتلا ہوتے ہیں، آپ بڑی حکمت کے ساتھ ان کے اس احساس کو دور کرتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ تم فلاں فلاں مراجع سے رجوع کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو، پھر جو طلبہ لکھنے میں مبتدی ہیں ان کی تحریر یا مواد کی تخریج پر خوب تحسین کرتے ہیں، وہ لکھ کر لائیں تو بہت سی غلطیوں کو بلا ارادہ نہیں کاٹتے، تاکہ وہ ہمت نہ ہارے، اگر پوری سطر میں صرف ایک لفظ رکھے جانے کے لائق ہو تو اس ایک لفظ کو رکھتے ہوئے پوری سطر کی اصلاح کرتے ہیں، تاکہ طالب علم کو یہ خیال نہ ہو کہ اس کی پوری تحریر کٹ گئی، غلطیوں سے پر تحریر کی بھی اصلاح کرتے ہوئے کہتے کہ ماشاء اللہ تمہارے اندر بڑی صلاحیت چھپی ہوئی ہے بس کسی قدر محنت کی ضرورت ہے، اس سے طالب علم حوصلہ پا کر محنت کرتا ہے اور پھر واقعی کسی لائق ہو جاتا ہے، پھر اسی طالب علم کی جب کسی قدر تربیت ہو جائے تو اس کی گرفت بھی کرتے ہیں اور حسب موقع ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوتی ہے۔''

مولانا اپنے چھوٹوں سے بڑی محبت کرتے ہیں، طلبہ پر ایسی شفقت فرماتے کہ ہر طالب علم یہ سمجھتا ہے کہ مولانا مجھے زیادہ چاہتے ہیں، مولانا انہیں اپنے فرزندوں کی طرح اور بسا اوقات اس سے بڑھ کر چاہتے ہیں، چھوٹے کام پر بھی اس قدر خوشی کا اظہار کرتے اور ایسی حوصلہ افزائی کرتے کہ بڑے سے بڑے کام کا جذبہ ان کے اندر پیدا ہو جاتا ہے، کسی سے تھوڑا سا بھی علمی تعاون لیں تو مقدمہ میں اسکا ذکر ضرور کرتے ہیں، طلبہ کے مقالات کی نظر ثانی کے وقت نہ صرف سطر سطر پڑھ کر اصلاح کرتے ہیں بلکہ ضرورت ہو تو اپنی طرف کئی کئی پیراگراف لکھ کر اس میں قیمتی اضافہ فرما دیتے ہیں۔

علمی کاموں سے مولانا بے حد خوش ہوتے ہیں اور کھل کر ان کی پذیرائی کرتے ہیں، کام معیاری درجہ کا ہو یا نہ ہو، مگر مولانا اس طرح تاثر کا اظہار کرتے ہیں گویا کوئی بڑا علمی کام کیا گیا ہو، راقم الحروف کو چند سال مولانا سے فیض اٹھانے کی سعادت حاصل رہی، کچھ عرصہ ساتھ رہ کر قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، سفر وحضر کی بھی رفاقت میسر رہی، میں نے

ہر جگہ مولانا کو والد کی طرح شفیق اور بہترین مربی پایا، میں نے مولانا کی نگرانی میں اپنا پہلا مقالہ ''ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج'' لکھا، مولانا کی کوششوں سے یہ طباعت کے قابل ہوا اور پھر طباعت کے مرحلہ سے گزرا، جب میں اس کا پہلا نسخہ لے کر حاضر ہوا تو مولانا کی خوشی دیدنی تھی، بار بار فرماتے کہ مجھے اپنی کتابوں سے بھی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی تمہاری کتاب سے ہو رہی ہے، معہد کے سالانہ جلسہ میں رسم اجرا کی تقریب تھی، وہاں بھی مولانا نے اسی طرح کے جملوں کے ساتھ کتاب کا تعارف کرایا۔

شفقت و محبت کا یہی انداز دوسری کتاب 'خواتین کے شرعی مسائل' کی اشاعت اور اس کے بعد بھی رہا، مولانا کے فتاوی کا مجموعہ کتاب الفتاوی کی ترتیب میں دیگر رفقاء کے ساتھ راقم نے بھی تھوڑا سا تعاون کیا تھا، مگر مولانا نے اس کا جس انداز سے تذکرہ کیا ہے اسے ان کی محبت ہی کہہ سکتے ہیں۔

شعر و ادب کا خصوصی ذوق پانے کے نتیجے میں مولانا کے اسلوب میں موثر اور پرکشش اسلوب نگارش کے اوصاف پیدا ہو گئے ہیں، علمی مواد کے ساتھ زبان و بیان کی چاشنی بھی ہو تو تحریریں میں شتابہ لگ جاتا ہے، مولانا کی تحریروں کا یہی حال ہے، مولانا کی کتابوں کی مقبولیت میں اس کا بھی بڑا دخل ہے، فقہ کی کتابیں عموماً خشک شمار کی جاتی ہیں، مگر مولانا کی فقہی تحریروں میں ایسی سلاست، روانی اور شستگی نظر آتی ہے جو آپ کے ادبی ذوق حصہ ہے۔

مولانا محمد رضوان القاسمی اس خصوصی وصف کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''عزیز گرامی جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جن کو عرصہ سے حدیث کی تدریس کا شرف حاصل ہے اور اپنی تدریس حدیث کے اعتبار سے وہ طلبہ میں بڑی وقعت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، مشکل اور خشک مضمون کو بھی دلآویز اور شگفتہ زبان میں بیان کرنا ان کا امتیاز ہے اور قاموس الفقہ، جدید فقہی مسائل، حلال و حرام، عورت اسلام کے سائے میں اور طلاق و تفریق وغیرہ ان کے قلم کی پختگی اور رعنائی کی شاہد عدل ہے۔''

فقہی تحریروں میں ادب و انشاء کا اظہار کمال کی بات ہے اور مولانا کو یہ کمال حاصل ہے، قاموس الفقہ میں آپ نے دعا اور دوسرے عناوین پر جو کچھ لکھا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

مولانا کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو آپ کی وسیع النظری اور وسیع المشربی ہے، آپ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں، تاہم بڑے کشادہ ذہن اور کھلے فکر کے حامل ہیں، اسلامک فقہ اکیڈمی کی ذمہ داری کے بعد تو بہت زیادہ اور اس سے پہلے بھی آپ کا دوسرے مکاتب فکر کے علماء سے قریبی رشتہ رہا ہے، آپ کے قائم کردہ تحقیقی و تربیتی ادارہ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد میں ندوہ اور دیوبند کے فضلاء کے ساتھ جامعۃ الفلاح، عمرآباد، نیز دیگر اداروں کے طلباء بھی ہوتے ہیں، آپ ان سب کے درمیان نہ صرف یکساں سلوک کرتے ہیں بلکہ موقع بہ موقع اور مختلف نشستوں میں طلباء کے مابین فکری بعد کو کم کرنے اور ان کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، آپ کے اس خاموش عمل کا طلباء پر خاصا اثر ہوتا ہے، چنانچہ جب معہد کی علمی فضاء میں دو سال گزار کر وہ رخصت ہوتے ہیں تو ان کے دامن میں علم و تحقیق کے شوق کے ساتھ فکری اعتدال کی عطر بیز خوشبو بھی ہوتی ہے جو ان کو ہر علاقہ اور ہر مزاج کے افراد کے درمیان رہنے اور کام کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔

مولانا کی زندگی کے حالات، علمی خدمات، اور فقہی افکار و خیالات کو چند صفحات میں سمیٹنا مشکل ہے، راقم نے مولانا کے علمی کاموں کا مختصر تعارف کرانے کی ایک کوشش کی ہے تاکہ آپ کے خدمات کی ایک جھلک قارئین کے سامنے آجائے، ورنہ اس موضوع کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی عمر دراز فرمائے اور طالبان علوم نبوت کو زیادہ دنوں تک آپ سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔